آیاتها ۵۲ سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ ۶۹ ركوعاتها ۲

امام ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۃ الحاقہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نماز فجر میں سورۃ الحاقہ اور اس جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے تعرض کرنے کے لیے نکلا۔ تو میں نے آپ کو پایا کہ آپ مجھ سے پہلے مسجد میں تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا تو آپ نے سورۃ الحاقہ شروع کی۔ میں قرآن کریم کی تالیف و ترکیب پر تعجب کرنے لگا۔ میں نے کہا: قسم بخدا! یہ شاعر ہے جیسا کہ قریش نے کہا ہے۔ تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ تو میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہ کاہن ہے۔ تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ اور آپ نے آخر تک سورت پڑھ دی۔ پس پوری طرح سے اسلام میرے دل میں راسخ ہو گیا۔ (2)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 143، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 17، دار صادر بیروت

تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾

"وہ ہو کر رہنے والی، کیا ہے وہ ہو کر رہنے والی۔ اور اے مخاطب تم کیا سمجھو وہ ہو کر رہنے والی کیا ہے۔ جھٹلایا ثمود اور عاد نے ٹکرا کر پاش پاش کرنے والی کو۔ پس ثمود، تو انہیں ہلاک کر دیا گیا سخت چنگھاڑ سے۔ رہے عاد، تو انہیں برباد کر دیا گیا آندھی سے جو سخت سرد، بے حد تند تھی۔ اللہ نے مسلط کر دیا اسے ان پر (مسلسل) سات رات اور آٹھ دن تک جو جڑوں سے اکھیڑنے والی تھی تو تو دیکھتا قوم عاد کو ان دنوں کہ وہ گرے پڑے ہیں۔ گویا وہ مُنڈھ ہیں کھوکھلی کھجور کے۔ کیا تمہیں نظر آتا ہے ان کا کوئی باقی ماندہ فرد۔ اور فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹائی جانے والی بستیوں کے باشندوں نے غلطی کا ارتکاب کیا۔ پس انہوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے رسولوں کی، اللہ نے پکڑ لیا انہیں بڑی سختی سے۔ ہم نے جب سیلاب حد سے گزر گیا تو تمہیں کشتیوں میں سوار کر دیا۔ تاکہ ہم بنا دیں اس واقعہ کو تمہارے لیے یادگار اور محفوظ رکھیں اسے یاد رکھنے والے کان۔ پھر جب پھونک ماری جائے گی صور میں ایک بار"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ یوم قیامت کے ناموں میں سے ایک ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ سے مراد قیامت ہے جو ہر عامل کے لیے اس کا عمل ثابت کر دے گی۔ اور وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾ کے متعلق فرمایا: یہ یوم قیامت کی تعظیم کے لیے ہے جیسا کہ تم سن رہے ہو۔ اور ارشاد باری تعالیٰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ میں بِالْقَارِعَةِ سے مراد بھی قیامت ہے۔ یعنی ثمود اور عاد نے قیامت کو جھٹلایا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ کے تحت ابن جریج نے بیان فرمایا: کہ ہر عامل کے لیے اس کا عمل ثابت کیا جائے گا مومن کے لیے اس کا ایمان اور منافق کے لیے اس کا نفاق اور بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ سے مراد قیامت کا دن ہے۔

عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد نے فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ کی تفسیر میں کہا کہ وہ گناہوں کے سبب ہلاک کر دیئے گئے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: کہ بِالطَّاغِيَةِ سے مراد چیخ اور چنگھاڑ ہے۔(1)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک چیخ بھیجی۔ تو اس نے انہیں توڑ دیا اور وہ ہلاک کر دیئے گئے اور بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾ کی تفسیر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت سرد اور بے حد تند آندھی بھیجی یہاں تک کہ ان کے دل پھٹ گئے۔

امام فریابی، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہوا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 29، صفحہ 60، دار احیاء التراث العربی بیروت

میں سے کوئی شے نہیں بھیجتا مگر پیمانے کے ساتھ اور بارش کا کوئی قطرہ نازل نہیں فرماتا مگر پیمانے کے ساتھ۔ مگر قوم نوح علیہ السلام اور قوم عاد پر ان دونوں چیزوں کو بغیر کسی پیمانے اور حد کے بھیجا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو جب تباہ کیا تو پانی ذمہ دار فرشتوں پر بھی غالب آگیا اور ان کے لیے اس پر قابو پانے کی کوئی راہ نہ رہی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ اور قوم عاد کی تباہی کے وقت ہوا ذمہ دار فرشتوں پر بھی غالب آگئی اور ان کے پاس اس سے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہ رہا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ۔(1)

امام ابن جریر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ سوائے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر آنے والے سیلاب کے فرشتے کے ہاتھوں بغیر پیمانے اور مقررہ حد کے بارش کا کوئی قطرہ نازل نہیں ہوا۔ کیونکہ اس نے پانی کو ذمہ دار فرشتوں کے بغیر اجازت دے دی۔ لیکن اس دن پانی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے ذمہ دار فرشتوں پر غالب آگیا اور پھر نکل گیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ اور قوم عاد کی تباہی کے دن کے سوا فرشتے کے ہاتھوں بغیر حدود اور پیمانے کے کبھی ہوا نہیں چلی۔ کیونکہ اس دن اسے نگران فرشتوں کے بغیر چلنے کی اجازت دی گئی پس وہ نکل گئی۔ اسی کے متعلق یہ ارشاد ہے: بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ کے ہوا (حد سے تجاوز کرنے کے سبب) ذمہ دار فرشتوں پر غالب آگئی۔(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری صبا کے ساتھ مدد کی گئی اور عاد کو دبور کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ فرمایا: ذمہ دار فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ انگوٹھی کی مقدار سوراخ سے قوم عاد پر ہوا چھوڑ دیں۔ تو وہ ذمہ دار فرشتوں پر غالب آگئی اور دروازوں کی اطراف سے نکل گئی۔ تو اس لیے فرمایا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ فرمایا: وہ تند و تیز ہوا جو ذمہ دار فرشتوں پر غالب آئی۔ وہ دیہات میں رہنے والوں پر سب سے پہلے چلی اور اس نے انہیں ان کے مویشیوں اور گھروں سمیت اٹھالیا اور انہیں شہر والوں کی طرف لے آئی۔ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا (الاحقاف: 24) (پس جب انہوں نے دیکھا عذاب کو بادل کی صورت میں کہ وہ ان کی وادیوں کی طرف آ رہا ہے، تو بولے یہ بادل ہے ہم پر برسنے والا ہے) پس جب ہوا قریب ہوئی اور ان پر چھا گئی اور لوگ اور مویشی اس میں آگے بڑھ گئے اور اس نے دیہات میں رہنے والوں کو اہل شہر پر پھینک دیا۔ وہ انہیں توڑنے لگی اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں، دارقطنی نے الافراد میں، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی کا ایک چلو بھی نازل نہیں فرمایا مگر پیمانے کے ساتھ اور ہوا کی ایک مشت بھی نہیں بھیجی مگر پیمانے کے ساتھ۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی تباہی کے دن ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ اس دن پانی ذمہ دار فرشتوں پر غالب آگیا اور انہیں اس پر کوئی کنٹرول نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَةِ اور قوم عاد کی تباہی کے دن بھی ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ اس دن ہوا ذمہ دار فرشتوں پر غالب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 29، صفحہ 61، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ ۙ فرمایا عَاتِیَۃٍ کا معنی ہے غالب آنے والی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ کا معنی ہے سخت ٹھنڈی ہوا اور عَاتِیَۃٍ ۙ کے بارے فرمایا کہ وہ ہوا اپنے اوپر ذمہ دار فرشتوں پر غالب آ گئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ عَاتِیَۃٍ کا معنی ہے انتہائی شدید، سخت اور حُسُوۡمًا کا معنی ہے لگا تار، مسلسل۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت قبیصہ بن ذویب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جو ہوا بھی چلتی ہے اس پر فرشتے مقرر ہیں وہ اس کی مقدار، اس کا عدد، اس کا وزن اور اس کا کیل سب جانتے ہیں، مگر وہ ہوا جو قوم عاد پر بھیجی گئی وہ اتنی تیزی سے نکلی کہ وہ فرشتے اس کا وزن اس کی مقدار اور اس کا کیل نہیں جانتے اور اس کا سبب یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا غضب تھا۔ اسی لیے اس کا نام عَاتِیَۃٍ ۙ رکھا گیا اور پانی کی کیفیت بھی یہی تھی جب کہ اسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا اسے حکم دیا گیا۔ اسی لیے اس کا نام طاغیہ رکھا گیا۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ سَخَّرَهَا عَلَیۡهِمۡ سَبۡعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ کے تحت حضرت ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان میں سے پہلا دن جمعہ کا تھا (جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو مسلسل سات راتیں اور آٹھ دنوں تک ان پر مسلط رکھا)۔

امام عبد الرزاق، فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حُسُوۡمًا کا معنی متتابعات (مسلسل، لگا تار) ہے۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔(1)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حُسُوۡمًا کا معنی یکے بعد دیگرے اور مسلسل ہے۔(2)

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق نے ان سے پوچھا: حُسُوۡمًا کا معنی کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: دائمہ شدیدۃ یعنی لگا تار اور شدید۔ یعنی آزمائش و بلاء کے ساتھ مسلسل چلائی گی۔ نافع نے عرض کی: کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے امیہ بن ابی صلت کو نہیں سنا؟ وہ کہتا ہے:

وَكَمْ كُنَّا بِهَا مِنْ فَرْطِ عَامٍ وَهٰذَا الدَّهْرُ مُقْتَبِلٌ حُسُوْمُ

''اور ہم نے اس کے بارے کثرت سے بے اعتدالی اور غفلت کی ہے۔ اور یہ زمانہ مسلسل مصائب اور شدتیں لانے والا ہے''۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج نے سَخَّرَهَا عَلَیۡهِمۡ سَبۡعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا کے تحت کہا ہے کہ وہ سات راتیں اور آٹھ دن اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوا کے عذاب میں زندہ رہے۔ اور جب آٹھویں دن کی شام ہوئی تو وہ مر گئے۔ پھر ہوا نے انہیں اٹھایا، اور سمندر میں پھینک دیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَهَلۡ تَرٰی لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِیَۃٍ ۙ اور اس کا ارشاد ہے: فَاَصۡبَحُوۡا لَا یُرٰۤی اِلَّا مَسٰکِنُهُمۡ (الاحقاف: 25) فرمایا: مجھے خبر دی گئی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 29، صفحہ 62، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 29، صفحہ 61

اللہ تعالیٰ نے انہیں صبح سویرے عذاب دیا اور دوسرے دن ان سے زائل کر دیا یہاں تک کہ رات ہو گئی۔

عبد بن حمید نے حضرت مجاہد اور حضرت عکرمہ رحمہما اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حُسُوْمًا کا معنی ہے مسلسل اور لگاتار۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حُسُوْمًا کا معنی ہے مسلسل (1) اور كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ کے تحت کیا کہا کہ اس سے مراد کھجور کے مُڈھ ہیں درآنحالیکہ کھجور کا تنا (مُڈھ) باقی رہ جائے اور اس کی شاخیں ختم ہو جائیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اَعْجَازُ نَخْلٍ سے مراد کھجور کی مُڈھ ہیں۔ اور خَاوِيَةٍ ۝ کا معنی ہے کھوکھلا یعنی جو اندر سے خالی ہو۔

عبد بن حمید نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ میں قاف کو فتحہ کیساتھ پڑھا ہے۔

ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا: وَمَنْ قَبْلَهٗ کا معنی ہے ومن معه۔ یعنی فرعون اور جو اس کے ساتھ تھے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَالْمُؤْتَفِكٰتُ کے تحت کہا: وہ قوم لوط ہے جسے ان کی زمین سمیت الٹا کر دیا گیا تھا۔ یعنی اس لفظ سے مراد الٹائی جانے والی بستیاں ہیں۔ (2)

عبد بن حمید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بِالْخَاطِئَةِ ۝ سے مراد خطائیں ہیں۔ اور اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ کے بارے کہا: کہ اس کا معنی ہے شدت اور سختی کے ساتھ پکڑنا۔ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ کا مفہوم ہے جب پانی کثیر ہو گیا۔ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ بے شک ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا۔ وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝ فرمایا: اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝ کا معنی ہے یاد رکھنے والے کان۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں سننے والے کان (یعنی تاکہ یاد رکھنے والے کان اسے محفوظ رکھیں)۔

امام سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ کے بارے کہا کہ پانی اپنے اوپر مقرر فرشتوں پر غالب آ گیا اور وہ اترا حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے سوا کبھی بھی آسمان سے بغیر پیمانے اور وزن کے پانی نازل نہیں ہوا۔ چونکہ وہ اپنے اوپر مقرر فرشتوں پر غالب آ گیا اس لیے وہ بغیر کیل اور وزن کے نازل ہوا۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ذمہ دار فرشتوں کے علم کے بغیر کبھی بھی ایک قطرہ آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ مگر اس وقت جب کہ پانی غالب آ گیا۔ کیونکہ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے غضب میں تھا۔ پس وہ ذمہ دار فرشتوں پر غالب آ گیا اور اتنی مقدار میں نکلا کہ وہ نہیں جانتے وہ کتنا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے طَغَا الْمَآءُ کے تحت فرمایا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ پانی ہر شے پر پندرہ پندرہ ہاتھ بلند ہوا تھا۔ (3)

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 338 (3300)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 339 (3302) 3۔ ایضاً (3305)

امام سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴿۱۱﴾ کا معنی ہے ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا۔ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً تاکہ تم اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کرو جو کچھ ان کے ساتھ کیا گیا جب کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کی: وَتَعِيَهَا اور اسے شمار کرتے رہیں۔ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴿۱۲﴾ یاد رکھنے والے کان یعنی تاکہ کشتی کے واقعہ کو یہ کان محفوظ رکھیں۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت مکحول سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَتَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴿۱۲﴾ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں نے اپنے رب کریم سے التجاء کی کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان اس طرح بنادے'' حضرت مکحول نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی شے نہیں سنی کہ میں نے اسے بھلا دیا ہو (یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا اسے یاد رکھا)۔(1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، واحدی، ابن مردویہ، ابن عساکر اور بخاری رحمہم اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے نزدیک کروں اور تجھے دور نہ کروں اور تجھے علم سکھاؤں اور تو محفوظ رکھے۔ اور تیرے لیے اسے یاد رکھنا لازم ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَتَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴿۱۲﴾۔(2)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھے قریب کروں اور تجھے علم سکھاؤں تاکہ تو اسے محفوظ رکھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَتَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴿۱۲﴾ پس تو میرے علم کے لیے اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴿۱۲﴾ (یاد رکھنے والا کان) ہے۔(3)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً کے تحت کہا ہے: تاکہ ہم اسے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے یادگار (اور نصیحت) بنادیں۔ کتنی کشتیاں تھیں جو تباہ ہوگئیں اور ان کا نشان تک ختم ہو گیا۔ یعنی کوئی کشتی باقی نہ رہی کہ امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اسے پالیتی۔ پس انہوں نے اسے دیکھا اس کشتی کے تختے جودی پہاڑ پر دکھائی دیتے تھے۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے تاکہ ہم اسے تمہارے لیے عبرت اور نشانی بنادیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے باقی رکھا یہاں تک کہ اس امت نے اسے دیکھا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے سوا کتنی کشتیاں تھیں جو کہ بوسیدہ ہوگئیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمران رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴿۱۲﴾ کا معنی ہے وہ کان جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دانا اور سمجھ دار ہوں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 29، صفحہ 67، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 42، صفحہ 361، دار الفکر بیروت

3۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 1، صفحہ 67، مطبعۃ السعادۃ مصر

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَّ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ کے تحت فرمایا: اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ سے مراد وہ کان ہیں جو سنیں اور محفوظ کریں، اسے سنیں اور سمجھ لیں۔(1)

وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَىٕذٍ وَّقَعَتِ
الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَىٕذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى
اَرْجَآىٕهَا ۭ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَىٕذٍ
تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ
فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ
فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَ
اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ
بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾

''اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر دفعۃً چور چور کر دیا جائے گا۔ تو اس روز ہونے والا واقعہ ہو جائے گا۔ اور آسمان پھٹ پڑے گا تو وہ اس دن بالکل بودا ہوگا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر مقرر کر دیئے جائیں گے۔ اور آپ کے رب کے عرش کو اس روز اپنے اوپر آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا۔ وہ دن جب تم پیش کیے جاؤ گے، تمہارا کوئی راز پوشیدہ نہ رہے گا۔ پس جس کو دے دیا گیا اس کا نامہ عمل دائیں ہاتھ میں تو وہ (فرط مسرت سے) کہے گا لو پڑھو میرا نامہ عمل۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔ پس یہ (خوش نصیب) پسندیدہ زندگی بسر کرے گا۔ عالیشان جنت میں۔ جس کے خوشے جھکے ہوں گے۔ (اذن ملے گا) کھاؤ اور پیو مزے اڑاؤ یہ ان اعمال کا اجر ہے جو تم نے آگے بھیج دیئے گزشتہ دنوں میں۔ اور جس کو دیا جائیگا اس کا نامہ عمل بائیں ہاتھ میں، وہ کہے گا اے کاش! مجھے نہ دیا جاتا میرا نامہ عمل اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے''۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے البعث والنشور میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ کی تفسیر میں کہا ہے کہ زمین اور پہاڑ دونوں ریزہ ریزہ ہو کر کفار کے چہروں پر غبار بن جائیں گے نہ کہ مومنین کے چہروں پر۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ وُجُوْهٌ

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 340 (3306)، دار الکتب العلمیہ بیروت

یَّوْمَىِٕذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ (عبس) (اور کئی منہ اس دن غبار آلود ہوں گے۔ان پر کالک لگی ہوگی)۔(1)

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا کہ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ کے بارے مجھے بتایئے۔تو آپ نے فرمایا: مراد دسرے نفخہ کے وقت شدید زلزلہ ہے۔نافع نے کہا کیا عرب اس معنی کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔کیا تو نے عدی بن زید کو نہیں سنا؟ وہ کہتا ہے:

مَلِكٌ یُنْفِقُ الْخَزَائِنَ وَالذِّمَّةَ قَدْ دَكَّهَا وَكَادَتْ تَبُوْرُ

''بادشاہ ہے جو خزانوں اور (عقد) کی (آمدن) کو خرچ کرتا ہے۔تحقیق اس نے اسے کمزور کر دیا ہے اور وہ برباد ہونے کے قریب ہوگئی ہے''۔

عبد الرزاق اور ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ کے تحت کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زمین کو قبض کر لے گا اور اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ آسمان کو لپیٹ دے گا۔پھر فرمائے گا: بادشاہی کس کی ہے زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ ''لِمَنِ الْمُلْكُ اَیْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ''۔(2)

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ کے تحت ابن جریج نے کہا: اس کے مطابق یہ ارشاد ہے: وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾ (النبأ) (اور کھول دیا جائے گا آسمان تو وہ دروازے ہی دروازے بن کر رہ جائے گا)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وَّاهِیَةٌ ﴿١٦﴾ کا معنی ہے پھٹنے والا۔یعنی اس دن آسمان پھٹا ہوا ہوگا۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآىِٕهَا کے تحت حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فرشتے آسمان کی اطراف میں ہوں گے۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ ملائکہ آسمان کی ایک طرف پر ہوں گے۔وہ اہل زمین کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور جوان پر گھبراہٹ اور خوف طاری ہوگا اسے ملاحظہ کر رہے ہوں گے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے اسی کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ فرشتے آسمان کی اس طرف پر ہوں گے جو پھٹی نہیں ہوگی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک، قتادہ اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ فرشتے آسمان کے کناروں پر ہوں گے۔

1۔مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 543 (3847)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 340 (3307)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام فریابی، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فرشتے آسمان کے کناروں میں سے اس پر ہوں گے جو ابھی بوسیدہ اور ڈھیلا نہیں ہوا ہوگا۔(1)

امام عبد بن حمید، عثمان بن سعید دارمی نے الرد علی الجہمیہ میں، ابویعلی، ابن منذر، ابن خزیمہ، ابن مردویہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور خطیب رحمہم اللہ نے تالی التلخیص میں وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ۝ کے تحت حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وہ پہاڑی بکرے کی صورت میں آٹھ فرشتے ہیں (جنہوں نے اس روز اپنے اوپر تیرے رب کے عرش کو اٹھا رکھا ہوگا)(2)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے کئی طرق سے اسی آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ ملائکہ کی آٹھ صفیں ہوں گی جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے وہ آٹھ صفیں ہوں گی جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ آٹھ فرشتے ہوں گے جن کے سر ساتویں آسمان میں عرش کے پاس ہوں گے اور ان کے پاؤں نیچے والی زمین میں ہوں گے اور پہاڑی بکرے کے سینگوں کی طرح ان کے سینگ ہوں گے اور ان کے ایک سینگ کی جڑ اور اس کے آخری سرے کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہوگی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ثَمٰنِيَةٌ۝ سے مراد آٹھ ملائکہ ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب چار فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے ہوں گے۔(4)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حاملین عرش میں سے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے سوا کسی کا نام نہیں ذکر کیا گیا۔ فرمایا: حضرت میکائیل علیہ السلام حاملین عرش میں سے نہیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم، تمام الرازی نے فوائد میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابو زہر رحمہ اللہ یہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ قیامت کے دن عرش ربی کو اٹھانے والے آٹھ فرشتوں میں سے ایک لبنان ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا ہے وہ آٹھ جو قیامت کے روز عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے لبنان ان میں سے ایک ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت میسرہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ ان کے پاؤں تحت الثریٰ میں اور ان کے سر عرش کے پاس ہوں گے اور نور کی شعاعوں کے سبب اپنی آنکھیں اوپر اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھیں گے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 29، صفحہ 70، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 543 (3848)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 29، صفحہ 70 4۔ ایضاً، جلد 29، صفحہ 71

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ چار فرشتے ہیں جو عرش کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے چار چہرے ہیں۔ ایک چہرہ بیل کا، ایک شیر کا، ایک گدھ کا اور ایک چہرہ انسان کی طرح۔ اور ان میں سے ہر ایک کے چار پر ہیں۔ ان میں سے دو پر اس کے چہرے پر ہیں کہ وہ عرش کی طرف دیکھنے اور غش کھا کر گرنے سے محفوظ رہے اور دو پروں کے ساتھ وہ پھڑ پھڑاتا ہے۔ اور ایک روایت میں الفاظ ہیں کہ وہ دو پروں کے ساتھ اڑتا ہے۔ ان کے پاؤں الثری میں ہیں اور عرش ان کے کندھوں پر ہے۔ ان کا کلام صرف یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں "قَدِّسُوا اللّٰهَ الْقَوِیَّ، مَلَأَتْ عَظَمَتُهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" (1)

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ اس دن تم تین بار پیش کیے جاؤ گے۔ پس دو پیشیوں میں تو جھگڑے اور عذر ہوں گے اور تیسری پیشی میں نامۂ عمل اڑ کر ہاتھوں میں دے دیا جائے گا۔ (2)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن لوگ تین بار پیش کیے جائیں گے۔ پس دو پیشیوں میں تو خصومات، عذر اور جھگڑے ہوں گے۔ اور تیسری پیشی میں نامۂ عمل اڑ کر ہاتھوں میں آ جائے گا "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ تُؤْتِيْهِ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ" فرمایا: بعض اہل علم کہا کرتے تھے۔ بے شک میں نے لوگوں میں سے عقل مند اور دانا اسے پایا ہے جس نے کہا هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فرمایا: اس نے یقیناً گمان کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے ظن کے مطابق نفع دیا۔ اور مذکور ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "جو استطاعت رکھتا ہے کہ وہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو تو اس چاہیے کہ وہ ایسا کرے۔

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو تین بار پیش کیا جائے گا۔ پس دو پیشیوں میں جھگڑے اور عذر ہوں گے اور تیسری پیشی کے وقت نامہ اعمال اڑ کر ہاتھوں میں آ جائیں گے۔ پس وہ کسی کے دائیں ہاتھ میں آئے گا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں آئے گا۔ (3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ کے تحت فرمایا: دو پیشیوں میں خصومت اور جھگڑا ہوگا اور تیسری پیشی پر نامہ اعمال اڑ کر لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ جائیں گے۔

امام ابن جریر اور بیہقی رحمہما اللہ نے البعث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 341 (3213)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (3310)
3۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 4، صفحہ 549 (4277)، دار الکتب العلمیہ بیروت

لوگوں کو تین بار پیش کیا جائے گا۔ پس دو پیشیوں میں جھگڑے اور عذر ہوں گے اور تیسری پیشی پر نامہ اعمال اڑ کر دائیں اور بائیں ہاتھوں میں آجائیں گے۔(1)

امام ابن مبارک نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم اپنا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ تمہارے حساب کو آسان بنا دے گا۔ اپنے آپ کا وزن کر لو (یعنی اپنے آپ کو پرکھ لو) اس سے پہلے کہ تمہارا وزن کیا جائے اور اپنے آپ کو بڑی پیشی کے لیے تیار کرو۔ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝۱۸۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک آدمی کھڑا ہوگا اور وہ اس پر اس کے نامہ اعمال سے گناہ ظاہر فرمائے گا اور اسے فرمائے گا: کیا تو نے یہ عمل کیا ہے؟ تو وہ بندہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! ہاں۔ تو اس وقت وہ کہے گا: هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ جب کہ وہ قیامت کے دن رسوائی سے نجات پا جائے گا۔

امام ابن المبارک نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن منذر اور خطیب رحمہم اللہ نے حضرت ابو عثمان النہدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک بندہ مومن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا نامہ اعمال پردے میں دیا جائے گا اور وہ اس سے اپنے گناہ پڑھے گا۔ تو اس کا رنگ متغیر ہو جائے گا۔ پھر وہ اپنی نیکیاں پڑھے گے۔ تو اس کا رنگ واپس لوٹ آئے گا۔ پھر وہ دیکھے گا کہ اچانک اس کے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے گئے ہیں۔ تو اس وقت وہ یہ کہے گا: هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝۱۹۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں وہ پہلا ہوں جسے قیامت کے دن سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ اور میں ہی وہ پہلا ہوں جسے اپنا سر اٹھانے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر میں اپنے سامنے کی طرف دیکھوں گا اور امتوں کے درمیان سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ اور اسی طرح اپنے پیچھے کی جانب سے، اپنی دائیں جانب سے اور اسی مثل اپنی بائیں جانب سے (اپنی امت کو پہچان لوں گا)۔ تو ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی امت کو ان امتوں کے درمیان سے کیسے پہچانیں گے جب کہ وہاں حضرت نوح علیہ السلام سے آپ کی امت تک سب ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کے اثر سے وہ پنج کلیان ہوں گے (یعنی ان کے اعضائے وضو روشن ہوں گے) اور ان کے سوا کوئی اور اسطرح نہیں ہوگا۔ اور میں انہیں پہچان لوں گا کہ انہیں ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔ اور میں انہیں پہچان لوں گا کہ ان کا نور ان کے سامنے دوڑ رہا ہوگا۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اِنِّيْ ظَنَنْتُ کا معنی ہے بے شک مجھے یقین تھا۔(2)

امام سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا دَانِيَةٌ ۝ کا معنی قریب ہونا ہے۔

امام عبد بن حمید نے ذکر کیا ہے کہ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝۲۳ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے خوشے قریب ہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 29، صفحہ 72-71، دار احیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 29، صفحہ 72

ان کے ہاتھوں کو ان سے دوری اور کوئی کانٹا واپس نہیں لوٹائے گا (یعنی کوئی شے ہاتھوں کے ان تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں ہوگی)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان کے خوشے قریب ہیں دوری یا کوئی کانٹا ان کے ہاتھوں کو ان تک پہنچنے سے روک نہیں سکے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آدمی اس کے پھلوں میں سے کھا سکے گا حالانکہ وہ کھڑا ہوگا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قُطُوْفُهَا سے مراد اس کے پھل ہیں۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر اس امان اور ذمہ داری کے سبب، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ فلاں بن فلاں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے تحریر ہے کہ اسے عالیشان جنت میں داخل کر دو، اس کے خوشے قریب ہیں۔(1)

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ۝ کے تحت فرمایا: تمہارے یہی ایام، ایام خالیہ اور فنا ہونے والے ہیں جو باقی رہنے والے ایام تک پہنچانے والے ہیں۔ پس تم ان ایام میں عمل کرو اور خیر اور نیکی آگے بھیجو اگر تم استطاعت رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت اور طاقت والا نہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت یوسف بن یعقوب حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے دوستو! طویل عرصہ گزر گیا میں دنیا میں تمہاری طرف متوجہ نہیں ہوا۔ حالانکہ تمہارے ہونٹ مشروبات سے دور رہے تمہاری آنکھیں دھنس گئیں اور تمہارے پیٹ خشک ہو گئے۔ آج تم اپنی نعمتوں میں داخل ہو جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور مزے اڑاؤ اور یہ ان اعمال کا اجر ہے جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیج دیئے۔

امام ابن منذر، ابن عدی نے الکامل میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبد اللہ بن رفیع سے بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ۝ کے تحت کہا ہے کہ اعمال سے مراد روزے ہیں۔(2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ کے کسی نواح میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے ساتھی بھی تھے۔ انہوں نے اپنے لیے دستر خوان بچھایا۔ ان کے پاس سے ایک چرواہا گزرا۔ اس نے سلام عرض کیا۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے چرواہے! آؤ۔ آؤ اور اس دستر خوان سے کچھ لے لو۔ تو اس نے جواب دیا: میں روزے دار ہوں۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تو اتنے شدید اور سخت گرم دن میں روزہ رکھے ہوئے ہے حالانکہ تو ان پہاڑوں میں اس ریوڑ کو چرا رہا ہے؟ تو اس نے آپ سے عرض کی: قسم بخدا! میں اپنے گزرے ہوئے دنوں کو جلدی پالوں گا۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: درآنحالیکہ آپ اس کے ورع کی آزمائش کرنا چاہتے تھے۔ فرمایا: کیا تیرے لیے ممکن ہے کہ تو ہمیں اپنے اس ریوڑ میں سے ایک بکری بیچ دے اور ہم تجھے

1۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 735 (18675)، دار الفکر بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 418 (3949)، دار الکتب العلمیہ بیروت

اس کی ثمن ادا کر دیں۔ پھر ہم تجھے اس کا گوشت دے دیں تا کہ تو اس کے ساتھ روزہ افطار کرے؟ تو اس نے جواب دیا: یہ ریوڑ میرا نہیں ہے۔ یہ میرے آقائے کا ریوڑ ہے۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے فرمایا: کیا یہ ممکن نہیں کہ جب تیرا آقائے اس بکری کو مفقود پائے گا، تو تو اسے کہہ دے کہ اسے بھیڑیے نے کھالیا ہے؟ تو چرواہے نے آپ سے منہ پھیرلیا۔ درآنحالیکہ وہ اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ کہنے لگا: تو پھر اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چرواہے کا قول بار بار دہرانے لگے اور آپ کہنے لگے: چرواہے نے کہا: تو پھر اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ ''فَاَیْنَ اللّٰہُ'' پس جب آپ مدینہ طیبہ واپس آئے تو آپ نے اس کے آقا کو بلا بھیجا اور اس سے ریوڑ اور چرواہا بھی خرید لیے۔ پھر چرواہے کو آزاد کر دیا اور ریوڑ اسے ہبہ کر دیا۔(1)

یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ﴿۳۳﴾ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿۳۴﴾

''اے کاش! موت نے ہی (میرا) قصہ پاک کر دیا ہوتا۔ آج میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری بادشاہی بھی فنا ہوگئی۔ (فرشتوں کو حکم ہوگا) پکڑلو اس کو اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو۔ پھر اسے دوزخ میں جھونک دو۔ پھر ستر گز لمبے زنجیر میں اس کو جکڑ دو۔ بے شک یہ (بدبخت) ایمان نہیں لایا تھا اللہ پر جو بزرگ (وبرتر) ہے۔ اور نہ ترغیب دیتا تھا مسکین کو کھانا کھلانے کی''۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ موت کی تمنا کریں گے حالانکہ دنیا میں ان کے نزدیک موت سے بڑھ کر ناپسندیدہ اور مکروہ کوئی شے نہ تھی۔ اور هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾ کے تحت فرمایا: قسم بخدا! ہر کوئی جو جہنم میں داخل ہوا وہ گاؤں کا امیر تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا اور ان کے بدنوں پر انہیں تسلط عطا فرمایا اور انہیں اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا اور اپنی نافرمانی سے انہیں منع فرمایا۔

امام ہناد رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے: یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ اے کاش! وہ موت فیصلہ کن ہوتی اور اس کے بعد زندگی نہ ہوتی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾ کا معنی حجت ہے یعنی میری حجت اور دلیل ضائع ہوگئی۔

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 418 (5291)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سُلْطٰنِيَهْ﴿۲۹﴾ سے مراد اس کی حجت ہے۔

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ﴿۲۷﴾ کا معنی ہے اے کاش! میری حجت فیصلہ کن ہوتی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ﴿۲۹﴾ کا مفہوم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بیان کیا ہے کہ مجھ سے تمام دلائل اور حجتیں گم ہو گئیں اور انہوں نے مجھے کسی بھی قسم کا کوئی نفع نہ دیا۔(1)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے: خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ﴿۳۰﴾ میں ہ ضمیر سے مراد ابو جہل ہے (کہ فرشتوں کو حکم ہو گا تم اسے پکڑ لو اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو۔

امام ابن مبارک، ہناد نے الزہد میں، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت نوف الشامی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا کے تحت کہا کہ ایک ذراع ستر باع ہے اور ایک باع کی مقدار اتنی ہے جتنا تیرے اور مکہ کے درمیان فاصلہ ہے اور وہ اس وقت کوفہ میں تھے۔

امام ابن مبارک، عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اس زنجیر کا ایک حلقہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: دنیا کے تمام ترلوہے کی مثل ہے۔(2)

ابن ابی حاتم اور بیہقی نے البعث والنشور میں ذکر کیا ہے کہ فَاسْلُكُوْهُ﴿۳۲﴾ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ زنجیر اس کی دبر میں داخل کی جائے گی اور وہ اس کے نتھنوں سے باہر نکلے گی۔ حتیٰ کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکے گا۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ زنجیر اس کی دبر میں داخل ہو گی اور اس کے منہ سے باہر نکلے گی۔ پھر انہیں اس میں اسی طرح پرو دیا جائے گا جس طرح مکڑی کو سلاخ میں پرو دیا جاتا ہے اور پھر اسے بھونا جاتا ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ زنجیر اس کی مقعد کے راستے داخل ہو گی۔ اور اس کے منہ سے باہر نکلے گی۔ اس کے بعد اس کے ساتھ اسے باندھ دیا جائے گا۔ یا پھر اس کے منہ سے داخل ہو گی اور اس کے معدے سے باہر نکل جائے گی۔

امام ابو عبید، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس زنجیر ہے اور اس میں آتش جہنم کی ہنڈیا اس وقت سے مسلسل ابل رہی ہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا ہے اور یوم قیامت تک یہ جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں کی گردنوں میں پڑ جائے گا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ جو کہ عظمت و شان والا ہے اس کے ساتھ ایمان لانے کے سبب ہمیں اس کے نصف سے اللہ تعالیٰ نے نجات عطا فرما دی ہے۔ پس اے ام درداء

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 29، صفحہ 75، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 339، دار الکتب العلمیہ بیروت

مسکینوں کو کھانا کھلانے پر برانگیختہ کیا کر۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

''پس آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔ اور نہ کوئی طعام بجز پیپ کے۔ جسے کوئی نہیں کھاتا بجز خطاکاروں کے۔ پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو۔ اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ بے شک یہ قول ایک عزت والے رسول کا۔ اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ (لیکن) تم بہت کم ایمان لائے ہو۔ اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا قول ہے۔ تم لوگ بہت کم توجہ کرتے ہو۔ بلکہ یہ نازل شدہ ہے رب العالمین کا۔ اگر وہ خود گھڑ کر بعض باتیں ہماری طرف منسوب کرتا۔ تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم کاٹ دیتے اس کی رگ دل۔ پھر تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اور بے شک یہ تو ایک نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لیے۔ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض جھٹلانے والے ہیں۔ اور یہ بات باعث حسرت ہوگی کفار کے لیے۔ اور بے شک یہ یقیناً حق ہے۔ پس (اے حبیب!) آپ تسبیح کیا کریں اپنے رب کی جو عظمت والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالقاسم زجاجی نحوی نے امالیہ میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے: میں نہیں جانتا غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ سے کیا مراد ہے۔ البتہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ زقوم (تھور کا درخت) ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ سے مراد وہ خون اور پانی ہے جو اہل جہنم کے گوشت سے بہے گا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ سے مراد وہ خون اور پانی ہے جو اہل جہنم کے گوشت سے بہے گا۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ غِسۡلِيۡنٍ سے مراد اہل جہنم کی پیپ ہے۔

امام حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر غِسۡلِيۡنٍ کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو وہ سارے اہل دنیا کو بدبودار کر دے۔ حاکم نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے۔(1)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ غِسۡلِيۡنٍ اس کھانے کا نام ہے جو اہل جہنم کو وہاں کھلایا جائے گا۔

امام ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: غِسۡلِيۡنٍ جہنم میں ایک درخت کا نام ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت صعصعہ بن صوحان سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: یہ الفاظ کس طرح ہیں لَّا يَاۡكُلُهٗۤ اِلَّا الۡخَاطِئُوۡنَ کھا یئے اور اللہ تعالیٰ قدم کھولے ہوئے ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے اور فرمایا: اے اعرابی! یہ الفاظ اس طرح ہیں لَّا يَاۡكُلُهٗۤ اِلَّا الۡخَاطِئُوۡنَ تو اس نے کہا: قسم بخدا! اے امیر المومنین! آپ نے سچ فرمایا: نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ وہ اپنے بندے کو اس کے حوالے کر دے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو الاسود کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بے شک یہ عجم کے رہنے والے مکمل طور پر دین میں داخل ہو چکے ہیں۔ پس تو لوگوں کے لیے ایسی علامات اور چیزیں وضع کر دے۔ جن کے ساتھ وہ اپنی زبانوں کی اصلاح اور درستگی کے لیے استدلال کر سکیں۔ تو اس نے لوگوں کے لیے رفع (پیش) نصب (زبر) اور جر (زیر) کی حرکات مقرر کر دیں۔(2)

امام عبد بن حمید اور بخاری رحمہما اللہ نے تاریخ میں حضرت ابو الدہقان رحمہ اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمزہ کے ساتھ قرأت کی ہے۔ یعنی لَّا يَاۡكُلُهٗۤ اِلَّا الۡخَاطِئُوۡنَ۔

امام سعید بن منصور نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بغیر ہمزہ کے پڑھتے تھے یعنی لَّا يَاۡكُلُهٗۤ اِلَّا الۡخَاطُوۡنَ۔

امام حاکم نے ابو الاسود دؤلی اور یحییٰ بن یعمر کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہا الۡخَاطُوۡنَ کیا ہے؟ بے شک وہ تو الۡخَاطِئُوۡنَ ہے "اَلصَّابُوۡنَ" کیا ہے؟ بے شک وہ "اَلصَّابِئُوۡنَ" ہے۔(3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ وَ مَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ فرماتے ہیں: پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان کی جنہیں تم نہیں دیکھتے۔(4)

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے وَّ مَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے (شاعر کا کلام ہونے سے) پاک رکھا ہے اور اسے محفوظ رکھا ہے۔ وَ لَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ اور اللہ تعالیٰ نے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 544 (3850)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 259 (1684)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 544 (3853)

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 29، صفحہ 78، دار احیاء التراث العربی بیروت

اسے (قرآن کو) کہانت سے پاک رکھا ہے اور اسے اس سے محفوظ رکھا ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت یزید بن عامر السوائی رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اس دوران کہ وہ سرکشی کے ساتھ چکر لگا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے متکلم کو سنا۔ وہ کہہ رہا ہے: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۙ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۞ تو ہم اس سے گھبرا گئے اور ہم نے کہا: یہ وہ کلام نہیں ہے۔ جسے ہم نہ پہچانتے ہوں۔ پھر ہم نے دیکھا۔ تو وہ حضور نبی کریم ﷺ چل رہے تھے۔ (1)

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ''یمین'' کا معنی قدرت ہے۔ یعنی ہم اسے قدرت کے ساتھ پکڑ لیتے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حکم رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ معنی یہ ہے ہم اسے حق کے ساتھ پکڑ لیتے۔

ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الْوَتِيْنَ سے مراد رگ دل ہے۔ (2)

امام فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ الْوَتِيْنَ سے مراد دل کی وہ رگ ہے جو پیٹھ میں ہوتی ہے۔ (3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم گفتگو کرتے تھے کہ الْوَتِيْنَ سے مراد رگ دل ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ الْوَتِيْنَ سے مراد وہ رگ ہے جو پشت میں ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ الْوَتِيْنَ سے مراد رگ دل ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حصین بن عبد الرحمٰن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب انسان قریب الموت ہوتا ہے تو اس کے پاس ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اور اس کی رگ دل کو ٹٹولتے ہیں۔ اور جب وہ رگ کٹ جائے تو اس کی روح نکل جاتی ہے۔ پس اس وقت اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں اور اس کی روح اس کی بصارت کا پیچھا کرتی ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ جب رگ کٹ جائے تو وہ رگ نہ بھوکی رہتی ہے اور نہ وہ سیر ہوتی ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ بے شک یہ آپ کے لیے ایک نصیحت ہے۔ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞ اور یہ بات کفار کے لیے باعث حسرت ہوگی۔ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۞ اور بے یہ قرآن یقیناً حق ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے: اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞ یعنی یہ قرآن متقی لوگوں کے لیے نصیحت ہے۔ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞ اور قیامت کے دن کافروں کے لیے باعث حسرت ہوگا۔

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 272 (11438)، دار الفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 29، صفحہ 79، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 544 (3852)، دار الکتب العلمیہ بیروت